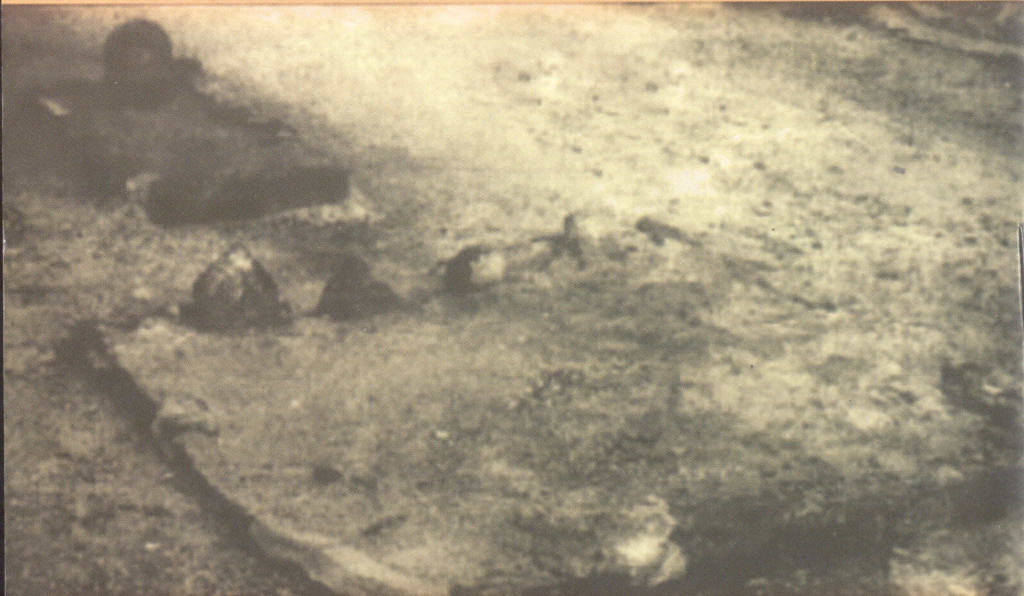
اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
JUNE 2014
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 243
Regd. # SC-1177

سیدہ نساء العالمین
فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا و رضی اللہ عنہا

تالیف
ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی



جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

سیدة نساء العالمین

فاطمۃ الزہراء

سلام اللہ علیہا و رضی اللہ عنہا

تصنیف

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

رابطہ: 021-32439799

نام کتاب : سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

تصنیف : ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

سن اشاعت : شعبان المعظم 1435ھ۔ جون 2014ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 242

تعداد اشاعت : 3700

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

پر موجود ہے۔

سيدة نساء العالمين

فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا و رضی اللہ عنہا

"میں نے فاطمہ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا بجز ان کے والد گرامی کے"۔ (سیدہ عائشہ)

اسم وکنیت والقاب

سیدہ زہرا کا اسم مبارک فاطمہ تھا۔ اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا:

إن الله عزّ و جلّ قد فطمها و ذريتها عن النار يوم القيامة (۱)

اللہ تعالیٰ روز قیامت فاطمہ اور اُن کی اولاد کو جہنم کی آگ سے الگ رکھے گا۔

فطم / يفطم کا لغوی معنی: چھڑانا، الگ کرنا، بچانا اور علاحدہ کرنا ہے، اس کا ایک مصدر فطام ہے جو دودھ چھڑانے کے معنی میں آتا ہے۔

امام علی بن موسیٰ رضا اپنی "مسند" میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الله فطم ابنتي فاطمة و ولدها و مَن أحبّهم من النار فلذلك سُمّيتُ فاطمة (۲)

اللہ تعالیٰ میری بیٹی فاطمہ، اس کی اولاد اور ان کے محبین کو جہنم سے دور رکھے گا، اس لئے اس کا نام فاطمہ پڑا۔

سیدہ فاطمہ کی کنیت "اُمُّ اَبِیہَا" ہے، یہ ایک بے حد معنی خیز کنیت ہے۔ اس کا لفظی معنی ہے "اپنے باپ کی ماں"۔ یہ کنیت نبی کریم ﷺ سے اُن کے اس والہانہ تعلق پر دلالت کرتی ہے، جس کی انسانی تاریخ میں دوسری کوئی مثال نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ نہ صرف گھر کے اندر حضور ﷺ کی دلجوئی اور غم گساری کرتی تھیں بلکہ گھر کے باہر بھی آپ کی

حمایت وحفاظت کے لئے کوشاں رہتی تھیں۔ جب اللہ کے رسول ﷺ قریش کے ظلم وتعدّی اور شقاوت وہٹ دھرمی برداشت کر کے تھکے ہارے گھر تشریف لاتے تھے تو سیدہ فاطمہ اپنی ماں کے ساتھ حضور ﷺ کے لئے راحت رسانی کا سامان کرتیں، ان کے زخموں پر مرہم رکھتیں اور ان کے سر سے گرد وغبار صاف کرتی تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا شانۂ نبوت میں اس کام کے لئے تنہا رہ گئی تھیں۔۔ آپ اپنے والد رحمۃ للعالمین ﷺ کے ساتھ ہمیشہ شانہ بشانہ رہیں، اور تبلیغ و رسالت کی ابتدا سے انتہا تک رہیں، اور ان کے آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بن کر رہیں۔ اور ہمہ وقت ان کی خدمت وغم خواری کرتی رہیں، جس کے نتیجے میں آپ کو یہ بلند مرتبت اور عالیشان کنیت حاصل ہوئی۔

سیدہ فاطمہ کے القاب کا تنوع اور ان کی کثرت دراصل ان کے فضائل کے تنوّع اور کثرت سے غماز ہیں، سیدہ زہرا کے بعض القاب ہیں:

۱۔ الزہرا۔ آپ کا یہ سب سے اشہر واز ہر لقب ہے، حتی کہ آپ کے یہ لقب اسم مبارک کا جزو لاینفک (جُدا نہ ہونے والا جزو) بن گیا۔ زہرا کے معنی روشن اور چمکدار کے ہوتے ہیں اور بلا شبہ آپ کا ظاہر و باطن دونوں اس لقب کا مصداق تھے۔ عرب سرخی مائل گورے رنگ والے کو بھی از ہر کہتے ہیں جس کی مؤنث زہراء آتی ہے۔

۲۔ البتول۔ آپ کا یہ لقب بھی بے حد مشہور ومعروف ہے۔ یعنی دنیا سے الگ ہو کر اللہ کی طرف یکسو ہونے والی، تبتل کے معنی ہیں: دنیا سے پوری طرح ترک تعلق کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہونا "وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا" (مزمل:۸)۔ اس کی ایک وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ سیدہ فاطمہ دینداری اور آخرت میں رغبت کے معاملے میں اپنے عہد کی تمام خواتین سے ممتاز تھیں۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ حسن وشرف ہر دو میں منقطع النظیر تھیں، لہٰذا انہیں یہ لقب ملا۔

۳۔ الحوراء الانسیہ، یعنی انسانی حور، یہ لقب آپ کو رسول اللہ ﷺ ملا:

ابنتی فاطمة حوراء آدمية لم تحض و لم تطمث (۳)

میری بیٹی فاطمہ انسانی حور ہے نہ کبھی اسے حیض آیا نہ یہ کبھی ناپاک ہوئی۔

۴۔ اُمّ الائمہ۔ یعنی اماموں کی ماں

۵۔ الطاہرہ

۶۔ الصدیقہ

۷۔ المبارکہ وغیرہ وغیرہ

نسب و خاندان

سیدہ فاطمہ کا نسب ہے:

''فاطمہ بنت محمد رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان''۔

رسول اللہ ﷺ نے یہیں تک اپنا شجرہ بیان فرمایا ہے، اور یہ متفق علیہ کہ جناب عدنان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

والدہ کی طرف سے سیدہ کا شجرہ نسب یہ ہے:

''فاطمہ بنت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی۔ مؤخر الذکر عبد مناف کے بھائی اور قصی بن کلاب کے بیٹے تھے یعنی قصی بن کلاب پر پہنچ کر سیدہ زہراء کا پدری اور مادری نسب مل جاتا ہے۔ جناب قصی بن کلاب رسول اللہ ﷺ کے جد رابع اور سیدہ خدیجہ کے جدّ ثالث تھے۔ (۴)

سیدہ فاطمہ کا خاندان عظمت نشان اور عرش مکان ہر ذکر و بیان سے بلند و بالا ہے، یہ وہ خاندان ہے جس کی محراب شرف کے سامنے ہر قلم سجدہ ریز ہے، ہر زبان عجز کا شکار اور ہر نطق بے مائیگی میں گرفتار ہے، اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

إن اللہ اصطفی کنانة من بنی إسماعيل، و اصطفی من بنی کنانة

قریشاً، و اصطفی من قریش بن هاشم، و اصطفانی من بنی هاشم (۵)
اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کو، کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چنا اور مجھ کو بنو ہاشم سے منتخب کیا۔

اور سیدہ فاطمہ نبی مصطفیٰ ومختار کا انتخاب واختیار تھیں صلی اللہ علی ابیھا وعلیھا وسلم۔ قبیلۂ قریش کو جزیرہ نما عرب میں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی اور تمام عربی قبائل قریش کی دینی، سیاسی، اقتصادی اور لسانی برتری کے قائل تھے، پورے جزیرے میں قریش کی سیادت وقیادت غیر متنازع فیہ تھی، اور اس برتری کا نتیجہ تھا کہ قریش کی زبان کو پورے عرب میں ''مشترک زبان'' (Lingua Franca) کی حیثیت حاصل تھی۔ مختلف قبائل کے شعرا، قریش کے لہجے میں شاعری کرتے تھے تاکہ پورے عرب میں ان کی شاعری کو سمجھا جاسکے۔ معلّقات اور جاہلی شاعری کے لہجۂ قریش میں ہونے کی یہی وجہ ہے نہ یہ کہ اس شاعری کو چونکہ اسلام آنے کے بعد وضع کیا گیا ہے لہٰذا وہ سب کی سب قریش کی زبان میں ہے۔ جیسا کہ مارجلیوتھ وغیرہ مستشرقین نے دعویٰ کیا ہے۔ (٦)

سقیفۂ بنو ساعدہ میں حضرات انصار رضی اللہ عنہم نے خلافت کا اپنا دعویٰ اسی بنیاد پر واپس لیا تھا کہ قبائل عرب قریش کے علاوہ کسی کی قیادت کو قبول نہ کریں گے۔ اور جس طرح قبائل عرب میں قریش کو امتیاز حاصل تھا اسی طرح خاندانِ بنو ہاشم قریش میں سب سے نمایاں اور ممتاز خاندان تھا۔ اسلام کی آمد سے قبل بھی اور ہمیشہ سے یہ خاندان بے حد معزز اور باوقار خاندان تھا۔

امام احمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ:

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا فَلَمْ أَجِدْ بَنِيْ أَبٍ أَفْضَلَ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ
میں نے زمین کی تمام اطراف وجوانب کو الٹ پلٹ ڈالا لیکن کسی خاندان کو خاندان بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔

اولادِ عبد المطلب اور اہلِ بیت کے بارے میں جو فضائل وارد ہوئے ہیں وہ سب بھی اس خاندان رفعت نشان کے فضائل کا حصہ ہیں۔

پیدائش

حضرت فاطمہ زہرا کی تاریخ پیدائش کے سلسلے میں کئی روایتیں ہیں۔ ابن عبد البر اور امام حاکم کے مطابق آپ کی ولادت یکم سال نبوی میں ہوئی، اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر شریف اکتالیس سال تھی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق بعثت سے تقریباً سات سال قبل آپ کی ولادت ہوئی۔ (۸)

آپ کی ولادت کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ بعثت کے پانچ سال بعد ہوئی اور یہ معقول نہیں ہے کیونکہ اگر اسے تسلیم کیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ سیدہ کی پیدائش کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر پچپن اور ساٹھ سال کے درمیان تھی۔

مؤرخین اور سوانح نگاروں کی اکثریت کے مطابق آپ کی ولادت بعثت سے پانچ سال پہلے ہوئی، جس وقت قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے، اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف پینتیس سال تھی۔ (۹)

آپ کی ولادت کی یہ تاریخ آپ کی عمر شریف کے سلسلے میں وارد ہونے والی روایتوں سے بھی ہم آہنگ ہے، ان میں سے بیشتر کے مطابق وصال کے وقت آپ کی عمر انتیس سال تھی۔ ''طبقات ابن سعد'' میں یہی تاریخ مذکور ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور سیدہ خدیجہ کی صاحبزادی فاطمہ کی پیدائش کے وقت قریش خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے اور یہ بعثت سے پانچ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ (۱۰)

مکی زندگی

بعثت نبوی کے وقت سیدہ فاطمہ کی عمر پانچ سال تھی۔ یہ عمر شعور کی عمر تو نہیں ہوتی ہے لیکن اس عمر میں بچہ اپنے چاروں طرف ہونے والے واقعات اور حوادث سے متاثر ہوتا

ہے بلکہ کسی بچے کی طفولت میں پیش آمدہ وقائع واحداث اس کی فکر کی تعمیر وتشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس وقت سیدہ کے گھر میں انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ رونما ہو رہا تھا، اور کائنات کے سب سے بڑے انقلاب کی داغ بیل ڈالی جا رہی تھی۔

پانچ سالہ سیدہ فاطمہ گھر میں ہونے والی فکری، عملی اور سلو کی تبدیلیوں کو ملاحظہ کر رہی تھیں۔ وہ اپنے والدین کو سب سے الگ انداز میں عبادت کرتے دیکھ رہی تھیں، وضو کرتے اور نماز پڑھتے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ ایک دن اپنے گھر میں رہنے والے کم عمر بچے علی (کرم اللہ وجہہ) کو بھی اس نئی عبادت میں شریک دیکھتی ہیں۔ سیدہ کو گھر میں ہونے والی ان تبدیلیوں کو جاننے اور سمجھنے کی خواہش بھی رہی ہو گی، اور جلد ہی ان کی اس خواہش کی تکمیل بھی ہو گئی، ان کی برگزیدہ ماں نے انہیں اور ان کی تینوں بہنوں کو جمع کر کے اللہ کی وحدانیت کے بارے میں بتایا۔ شرک کی برائیوں اور قباحتوں کی خبر دی اور انہیں اس بات کی اطلاع دی کہ اللہ واحد نے ان کے بابا جان کو نبوت و رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ انہیں وضو اور نماز کا طریقہ سکھایا۔ حضرت فاطمہ اپنی تمام بہنوں کے ساتھ توحید و رسالت کی شہادت دے کر ایمان لائیں اور اس طرح سیدہ کا گھر مکے میں اکیلا ایسا گھر تھا جسے توحید کا گھر کہا جا سکتا ہے، دار الایمان قرار دیا جا سکتا ہے، اس گھر کا ہر فرد موحد تھا اور اس منبع توحید اور معدن ایمان و یقین گھر میں سیدہ کی پرورش ہوئی۔ سب سے چھوٹی ہونے کے سبب اپنے والد کریم کو سب سے زیادہ عزیز بھی تھیں۔ آپ کی شکل وصورت اور عادات واطوار بھی نبی کریم ﷺ سے بے حد مشابہ تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأیتُ أشبه سمتاً و لا دلاً و لاهدياً برسول الله ﷺ فی قیامها و قعودها من فاطمة بنت رسول الله (١١)

میں نے اٹھنے بیٹھنے کے طریقے اور انداز میں فاطمہ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا۔

نبی کریم ﷺ اپنی تمام صاحبزادیوں سے محبت فرماتے تھے لیکن سیدہ سے آپ کو

خصوصی تعلق خاطر تھا، کیوں کہ آپ ہر دو ظاہر و باطن میں اپنی تمام بہنوں سے ممتاز تھیں بلکہ اپنی صورت اور سیرت دونوں میں اپنے عظیم المرتبت اور جلیل القدر والد کا مکمل پَرتو اور کامل نمونہ تھیں۔

سیدہ آٹھ سال کی تھیں جب رسول اللہ ﷺ کو علی الاعلان توحید کی دعوت دینے کا حکم ملا۔ حق کے اعلان کے ساتھ ہی ظلم و ستم اور وحشت و بربریت کا طوفان بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ طوفان صرف توحید کی مخالفت اور آباء واجداد کے مذہب کی حمایت ہی میں نہیں تھا بلکہ قبیلہ جاتی منافرت اور خاندانی عصبیت بھی اس کا ایک بڑا عامل تھی۔ اور ان سب سے بڑھ کر قریش کے لئے ان کا دین ان کے معاش سے جڑا ہوا تھا۔ پورا عرب حج و زیارت کے لئے مکہ آتا تھا، منی و عکاظ میں بڑے بڑے بازار لگتے تھے، بتوں پر چڑھاوے آتے تھے جس سے ان کی زندگیاں عیش و آرام سے گزرتی تھیں، یہ مخالفت کے بڑے محرکات میں سے ایک تھا۔

عم رسول ﷺ عباس بن عبد المطلب اور ابو سفیان بن حرب گہرے دوست تھے، جب عباس بن عبد المطلب کے اصرار و سفارش پر انہوں نے کلمہ پڑھ لیا تو عباس نے ان سے سوال کیا کہ: اے ابو سفیان! آپ تو بہت سمجھدار اور زیرک انسان تھے، آخر آپ بت پرستی کی برائیوں پر مطلع کیوں نہیں ہو سکے، آخر آپ جیسے ذہین و فطین شخص سے یہ حقیقت کیسے اوجھل رہی کہ پتھر کی یہ مورتیاں نہ نفع پہنچا سکتی ہیں نہ نقصان۔ تو ابو سفیان نے عباس بن عبد المطلب سے کہا تھا:

أما تعلم يا عباس كانت تلك الآلهة عبادتنا و تجارتنا

اے عباس معلوم نہیں کہ پتھر کہ وہ بت ہماری عبادت ہی نہیں تھے تجارت بھی تھے۔

مختصر یہ کہ حق کی مخالفت کے پیچھے سیادت، عبادت اور تجارت تینوں عوامل کارفرما تھے۔ اہل مکہ عموماً اور قریش خصوصاً نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں صف بستہ ہو گئے اور طرح طرح کی ایذا رسانی کی کوشش کرنے لگے۔ سیدہ فاطمہ اس عمر میں رسول اللہ ﷺ کی

پریشانیوں اور دکھوں کو محسوس کرتی تھیں اور اپنی استطاعت بھر آپ ﷺ کی نصرت و اعانت کی کوشش فرماتی تھیں۔ لوگ رسول اللہ ﷺ کے راستے میں اور آپ کے گھر کے سامنے کانٹے اور گندگیاں پھینک جاتے تھے، ننھی سیدہ ان کی صفائی کا کام کرتی تھیں اور گھر کے دوسرے کاموں میں اپنی والدہ کی مدد کرتی تھیں۔ جب پیغمبر خدا دعوت و تبلیغ کی مہمات سے شکستہ دل اور آزردہ خاطر گھر واپس آتے تو آپ ان کی دلجوئی فرماتیں اور اپنے وجود اور اپنی محبتوں سے ان کے غموں کو ہلکا کرتی تھیں۔ بسا اوقات کفار قریش آپ کے سر پر گرد و غبار ڈال دیتے اور آپ کے راستوں میں کانٹے بچھا دیتے جس سے آپ کے قدم مبارک زخمی ہو جاتے تھے۔ گھر پہنچنے پر جناب سیدہ آپ کے بالوں کو صاف کرتیں، ان کے زخموں کو دھوتیں اور ان پر مرہم لگاتی تھیں۔

عفت و حیا آپ کا سب سے نمایاں وصف تھا لیکن ہمت و شجاعت کا ورثہ بھی آپ کو ملا تھا، ظاہر ہے کہ آپ اوصاف نبویہ کا پَرتو تھیں تو شجاعت آپ کا وصف بن کر سرخ رو کیوں نہ ہوتی۔ آپ کی شجاعت کا ایک مظاہرہ اس وقت ہوا جب آپ نے اپنی کم سنی کے باوجود حرم میں آکر نبی کریم ﷺ کی مدد فرمائی اور ببانگ دہل کفار قریش کی مذمت کی۔ یہ اسلامی تاریخ کے مشہور واقعات میں سے ایک ہے۔

ہوا یوں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے، کافرانِ قریش کی متعدد ٹولیاں بھی ادھر ادھر بیٹھی ہوئی تھیں۔ سب ایک دوسرے کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف ابھارنے کی کوشش کر رہے تھے چنانچہ جب ایک بار آپ سجدے میں تشریف لے گئے تو عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی پشت مبارک پر اوجھڑی وغیرہ گندگی کا ڈھیر لا کر ڈال دیا جس کے وزن سے آپ حالت سجدہ میں ہی باقی رہ گئے، یہ منظر دیکھ کر قریش کے اوباشوں نے خوب قہقہے لگائے، کسی نے یہ خبر سیدہ فاطمہ کو دی تو وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور ان آوارہِ گردان قریش کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے پہلے نبی کریم ﷺ کی پشت مبارک سے غلاظت کو ہٹایا اور پھر ان ظالموں کی طرف رخ کر کے انہیں خوب سخت و سست کہا۔ (۱۲)

سیدہ فاطمہ گیارہ یا بارہ سال کی تھیں، جب کفار قریش نے اجتماعی طور پر یہ فیصلہ کیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ اور ان کے متبعین و معاونین کا مقاطعہ اور بائیکاٹ کیا جائے۔ یہ فیصلہ اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات کے خلاف قریش کے غصے، ان کی مایوسی اور جھنجھلاہٹ کا نتیجہ تھا۔ یہ ظالمانہ بائیکاٹ تین سال تک چلا، اس عرصے میں سیدہ فاطمہ اپنے والدین اور افراد خاندان کے ساتھ شعب ابی طالب نام کی ایک گھاٹی میں محصور رہیں۔ بائیکاٹ اتنا شدید تھا کہ بنو ہاشم بعض اوقات دانے دانے کو محتاج ہو جاتے تھے، اہل مکہ نہ بنو ہاشم کے ساتھ خرید و فروخت کرتے تھے اور نہ باہری لوگوں کو ان کے ہاتھ کچھ بیچنے دیتے تھے۔ تین سال کا یہ عرصہ سیدہ فاطمہ اور ان کے خاندان پر بے حد شاق گزرا اور اکثر بھوک و پیاس کے ساتھ گزرا۔ بعض روایات کے مطابق محصورین کو کبھی کبھی پیڑ کے پتوں، چھالوں اور چمڑوں پر گزارا کرنا پڑا۔

اس حصار میں بنو ہاشم کے سبھی لوگ تھے سوائے ابولہب کے اور اس کے گھر والوں کے، اس میں بنو ہاشم کے سربراہ ابو طالب تھے جن کی عمر اس وقت اسّی سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ سیدہ خدیجہ تھیں جو اپنی عمر کی چھٹی دہائی سے گزر رہی تھیں، اس میں فاطمہ تھیں جو ہنوز کھیلنے والی عمر میں تھیں لیکن یہ کھیل کے لئے نہیں پیدا ہوئی تھیں بلکہ ان کی تخلیق صبر و استقامت اور تسلیم و رضا کا نمونہ بننے کے لئے ہوئی تھی۔ سیدہ نے یہ تین سال بے حد تکلیفوں میں گزارے، ان کا پورا گھرانا بھی صبر و رضا کے اس امتحان میں موجود تھا سوائے زینب کے جو اپنے شوہر کے ساتھ مکہ میں ہی تھیں اور رقیہ کے جو حبشہ میں تھیں۔ رضی اللہ عنہم

اس محاصرے میں صرف بھوک و پیاس ہی مسئلہ نہیں تھا بلکہ جان کا بھی خوف رہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے شفیق و مونس چچا جناب ابو طالب کبھی رسول اللہ ﷺ کو اپنے بستر پر سلاتے اور کبھی ان کے بستر پر اپنے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں کو سونے کا حکم دیتے۔ اسی حصار میں سیدہ فاطمہ نے اپنی دوشیزگی کے ایام گزارے، جہاں ان کا جسم تو ضرور کمزور و نحیف ہوا لیکن ان کا ایمان پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط و مستحکم ہوا۔

اس ظالمانہ بائیکاٹ کا سلسلہ ایک معجزے کے ظہور کے ساتھ ختم ہوا لیکن حصار کے خاتمے کے فوراً بعد جناب ابو طالب اور سیدہ خدیجہ دونوں کا انتقال ہو گیا۔ یہ رسولِ خدا اور اُن کے اہلِ خانہ کے لئے سب سے جانگسل اور المناک حادثہ تھا، دونوں کا انتقال صرف پینتیس دن کے وقفے میں پیش آیا، نبی کریم ﷺ پر ان وفیات کا ایسا اثر ہوا کہ بقول روایانِ حدیث:

لزم بیته...... و أقل من الخروج (۱۳)

رسول اللہ ﷺ نے گھر کو لازم پکڑ لیا اور باہر تشریف لے جانا کم کر دیا۔

اس کا ایک سبب تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی غیر معمولی محبت تھی اور اسی گھر کے در و دیوار سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یادیں وابستہ تھیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ما غِرتُ علی امرأة النبی ﷺ ما غِرتُ علی خدیجةَ، هلكتْ قبل أن يزوّجني، لما كنتُ اسمعه يذكرها، و أمره الله أن يبشرها ببيتٍ من القصب و إن كان ليذبح الشاة فيهدي في خلائلها منها ما يسعهن (۱۴)

میں نے رسول اللہ ﷺ کی کسی اہلیہ سے ایسا رشک محسوس نہیں کیا جیسا رشک مجھے خدیجہ سے ملا تھا، حالانکہ ان کا انتقال میری شادی سے پہلے ہو گیا تھا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ ان کا کثرت سے ذکر کرتے تھے اور اللہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ خدیجہ کو بشارت دے دیں کہ ان کے لئے جنت میں خولدار موتیوں کا گھر ہے اور آپ جب بھی بکری ذبح کرتے تو خدیجہ کی سہیلیوں کو ان میں سے اتنا گوشت دیتے جو ان کے لئے کافی ہوتا۔

دوسرا سبب اپنے بچوں بالخصوص سیدہ فاطمہ کی دلجوئی تھا، رسول اللہ ﷺ سیدہ کے ساتھ ان کی والدہ کا ذکر کرتے بلکہ مذاکرہ کرتے، دونوں حضرات حضرت خدیجہ کی یادوں

کا تبادلہ کرتے۔ اللہ کے رسول ﷺ سابقۃ الاسلام علی الاطلاق خدیجہ کُبریٰ کی خدمات کا ذکر کرتے، ان کے صبر واستقامت کے واقعات سناتے، ان کے جہاد اور قربانی کے قصے بیان کرتے اور ان کے مقام ومرتبے کی خوشخبریاں دے کر سیدہ فاطمہ کو دلاسہ دیتے، انہیں بتاتے کہ:

اللہ تعالیٰ ان کی ماں کو جنت میں موتیوں کا ایسا شاندار محل دے گا جس میں نہ کوئی شور وشغب ہوگا نہ تکلیف وتکان۔ (۱۵)

شفیق ماں کی جدائی سیدہ فاطمہ کے لئے ایک بے حد اندوہ ناک واقعہ تھا، لیکن سیدہ دیکھ رہی تھیں کہ ان کے غم سے بڑا غم انسانیت کے غمخوار ﷺ کا ہے جنہوں نے گھر کے باہر جناب ابو طالب کی شکل میں ایک معین ومددگار اور گھر کے اندر سیدہ خدیجہ کی صورت میں ایک شجر سایہ دار کھو دیا ہے، لہٰذا سیدہ اپنا غم بھول کر رسول اللہ ﷺ کی دلجوئی اور تسکین خاطر میں لگ گئیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی غمگساری کرتیں، ان کے آرام وراحت کا خیال رکھتیں اور ان کی تکلیفوں کا مداوا کرتیں۔ آپ کے اس عظیم کردار کے سبب آپ کو "أم أبیھا" کی کنیت حاصل ہوئی۔ (۱۶)

حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد سیدہ فاطمہ کی حیات مبارکہ کے تین سال رسول اللہ ﷺ کی قربت ومعیت میں گزرے۔ مظہر صفات ربانی ﷺ کے فیض صحبت وتربیت سے سیدہ زہرا صفات نبوی کا پیکر بن گئیں۔ ان کے علو درجات میں اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ آپ سیدہ نساء العالمین کے درجے پر فائز ہوگئیں۔ صلی اللہ علی ابیہا وعلیہا وسلم

ہجرت

رفتہ رفتہ مکے کی سرزمین اسلام اور مسلمانوں پر تنگ ہوتی گئی، کفارِ قریش کی شقاوتوں میں کوئی کمی نہیں آئی، نہ ان کے دلوں میں کچھ نرمی پیدا ہوئی، آخرش اللہ تعالیٰ نے مدینہ کی شکل میں مسلمانوں کو ایک پناہ گاہ عطا فرمادی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ مسلمان خفیہ طور پر اور انفرادی واجتماعی دونوں

شکل میں مدینہ ہجرت کرنے لگے۔ قریش مسلمانوں کو ایک پُر امن جگہ ملنے پر سخت برافروختہ ہوئے۔ نتیجے میں مکہ میں باقی رہ جانے والے مسلمانوں پر ظلم وستم اور تیز ہوگیا، ان میں رسول اللہ ﷺ کے گھر والے بھی تھے۔

خود اللہ کے رسول ﷺ اپنی ہجرت کے لئے حکمِ الٰہی کا انتظار کررہے تھے اور بعثت کے تیرہویں سال وہ ساعت منتظرہ آہی گئی۔ ایک طرف کفار قریش مکے کے دارالندوہ میں بیٹھ کر مکروسازش کررہے تھے، دوسری طرف اللہ کی خفیہ تدبیریں اپنا کام کررہی تھیں۔ ایک طرف رحمت عالم کو معاذ اللہ قتل کرنے کا پروگرام بن رہا تھا، دوسری طرف ہجرت کا حکم آرہا تھا۔ ایک طرف شب میں کاشانہ نبوت پر حملہ کرنے کی تیاری ہورہی تھی، دوسری طرف رسول اللہ ﷺ ہجرت کے لئے رخت سفر باندھ رہے تھے۔ یہ ایک غیر معمولی رات تھی، یہ رات صرف اسلام کی تاریخ میں نہیں بلکہ پوری انسانیت کی تاریخ میں ایک خط فاصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ سیدہ فاطمہ بھی اس رات کی ایک گواہ تھیں، بلکہ اس کا ایک کردار بھی تھیں۔ سیدہ حضور کو ہجرت کی تیاری کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں، اور ان کا تعاون کررہی تھیں، ننگی تلواروں کے ساتھ کفار کو کاشانۂ نبوت کا حصار کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر نبوت پر لیٹے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ امید وبیم کی عجب کیفیت تھی۔

سیدہ نے یہ پُر خطر رات گزاری۔ اگلے دن رسول اللہ ﷺ کے پاس لوگوں کی امانتوں کو واپس کرنے میں حضرت علی کی مدد کی۔ تین دن کے بعد حضرت علی نے بھی ہجرت فرمائی، کاشانۂ نبوت میں سیدہ کے علاوہ حضرت ام کلثوم اور ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ تھیں۔ جب تک رسول اللہ ﷺ کے مدینہ پہنچ جانے کی اطلاع نہیں آئی حضرت فاطمہ کے شب وروز بے حد بے قراری میں گزرے۔

سیدہ فاطمہ اپنے محبوب والد سے ملاقات کی بشارت لانے والے قاصد کا بے صبری سے انتظار کررہی تھیں۔ آخر کار ہجر کے دن ختم ہوئے اور ہجرت کا دور آیا، رسول اللہ ﷺ

نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع کو مکہ روانہ کیا تا کہ وہ دونوں سیدہ فاطمہ اور دوسری خواتین کو لے آئیں ۔ یہ نورانی قافلہ اُمّ القریٰ سے مدینۃ الرسول کے لئے نکلا، لیکن یہ سفر بھی سلامتی کے ساتھ طے نہیں ہوا۔ سیدہ کے عروج و عظمت کا سفر جاری تھا، لہٰذا ضروری تھا کہ آلام و مصائب کا سفر بھی جاری رہے۔ ایذا رسانی کی نیت سے چند لعینوں نے اس قافلے کا تعاقب کیا اور جویرث بن نقیذ بن وہب نامی ازلی بد بخت نے اس اونٹنی کو برانگیختہ کر دیا جس پر سیدہ فاطمہ اور حضرت ام کلثوم سوار تھیں چنانچہ یہ دونوں زمین پر گر گئیں اور زخمی ہو گئیں۔ حویرث مکے میں بھی رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی میں آگے آگے رہتا تھا۔ آخرت کے عذاب و رسوائی کے ساتھ ساتھ اسے دنیا میں بھی اس بد عملی کی سزا ملی اور یہ بھی ان چند لوگوں میں سے تھا جن کے لئے رسول رحمت نے فتح مکہ کے دن سزائے موت تجویز کی تھی، خواہ یہ لوگ غلاف کعبہ سے لپٹے ہوئے کیوں نہ پائے جائیں۔ چنانچہ حویرث سیدہ فاطمہ کے شوہر نامدار حیدار کرار کے ہاتھوں واصل فی النار ہوا۔ (۱۷)

مدنی زندگی

ہجرت کے بعد سیدہ زہرا مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ سے خصوصی تعلق کے سبب امہات المؤمنین بھی ان کا بے حد خیال رکھتی تھیں۔ سیدہ زہراء کے اخلاق و کردار، عبادت و ریاضت اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی مشابہت نے انہیں اہل بیت اور مہاجرین و انصار میں بے حد معزز اور محترم بنا دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ جیسا استثنائی معاملہ کرتے تھے کسی کے ساتھ نہیں کرتے تھے۔ وہ کسی کی طرح نہیں تھیں کوئی ان کی طرح نہیں تھا، لہٰذا ان کے ساتھ رسول کا سلوک بھی مختلف تھا۔ وہ عام لوگوں کی طرح نہیں تھیں وہ حوراء انسیہ تھیں، انسانی حور تھیں دوسروں سے مختلف کیوں نہ ہوتیں، وہ سیدہ نساء العالمین تھیں دوسری عورتوں سے الگ کیوں نہ ہوتیں، وہ کائنات کی صرف چار کامل عورتوں میں سے ایک تھیں دوسروں سے ممتاز و منفرد

رسول اللہ ﷺ جیسی محبت سیدہ سے فرماتے تھے کسی سے نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ اُمّ المؤمنین فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ (۱۸)

زواج

حضرت فاطمہ کی شادی کے وقت عمر کو لے کر کئی راویتیں ہیں، مشہور روایت کے مطابق شادی کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ تھی۔ (۱۹)

بعض تاریخی روایات میں شادی کے وقت آپ کی عمر اس سے بھی کم تھی۔ اگر مشہور روایت کے مطابق دیکھا جائے تو اٹھارہ سال کی عمر اس عہد کے رسوم وعادات سے ہم آہنگ نہیں ہے، اور اس عہد میں شادی کی مالوف عمر سے کافی زیادہ ہے۔ بعض مستشرقین نے اس کو لے کر بے حد افسانہ طرازی سے کام لیا ہے اور بے حد نا قابل قبول دعوے کئے ہیں، جب کہ حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جب سیدہ بڑی ہوئیں تو اسلامی تبلیغی دعوت کا سفر ایک بے حد خطرناک موڑ سے گزر رہا تھا، قریش کی مخالفت اوج شباب پر تھی، شعب ابی طالب میں تین سال کا عرصہ صرف جہد البقاء کے نذر ہو گیا۔ حصار کے بعد بھی مصائب کا سلسلہ دراز رہا۔ جناب ابو طالب اور سیدہ خدیجہ کی مفارقت کے واقعات پیش آئے۔ اس عرصے میں کفار کی ریشہ دوانیاں بھی بڑھ گئی تھیں۔ مکے سے مسلمان یا تو ہجرت کر گئے تھے یا سلامتی و بقاء کی جدوجہد میں مصرف تھے۔ مکے میں بچنے والے مسلمان اتنے غریب و نادار تھے کہ شادی کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ غیر مسلموں سے مصاہرت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ پھر ہجرت کی مصروفیت اور پس ہجرت مدینہ میں استقرار کی مشغولیت کا طویل سلسلہ رہا۔ یہ تھا وہ پس منظر جو بظاہر سیدہ کی شادی میں تاخیر کا سبب بنا۔ مستشرقین کی اس ضمن میں پیش کردہ توجیہات قواعد استدلال اور اصول بحث وتحقیق کی صریح خلاف ورزی ہیں۔ (۲۰)

ایک توجیہ یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ چونکہ مشیت نے تاجدار ہل اُتی علی مرتضی کو حضرت فاطمہ کے لئے منتخب کیا تھا جو حضرت فاطمہ سے صرف پانچ سال بڑے تھے، لہٰذا ان دونوں

میں سے کسی ایک کی عمر اس معاشرے میں شادی کی مالوف و مروج عمر سے مختلف ہونی ہی تھی۔

متعدد روایتوں میں ہے کہ حضرت ابو بکر نے سیدہ فاطمہ کے ساتھ اپنا رشتہ دیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ حکمِ الٰہی کا انتظار کر رہا ہوں، پھر حضرت عمر نے رشتہ دیا تو اللہ کے رسول نے انہیں بھی یہی جواب دیا، پھر لوگوں نے حضرت علی سے رشتہ دینے کو کہا تو آپ نے ان کے رشتے کو قبول فرمالیا، آپ نے حضرت فاطمہ سے بھی اس رشتے کے بارے میں استصواب کیا۔ دولابی کے بقول سیدہ خاموش رہیں تو رسول اللہ ﷺ نے نکاح حضرت علی کے ساتھ ان کا نکاح فرمایا۔ (۲۱)

بعض روایات کے مطابق حضرت علی کے ساتھ سیدہ فاطمہ کی شادی حکمِ الٰہی کے مطابق ہوئی تھی۔ ''ذخائر العقبیٰ''میں ان روایتوں کے لئے باضابطہ دو عنوان لگائے گئے ہیں۔

۱۔ ذکر أن تزويج فاطمة علياً كان بأمر الله (اس بات کا ذکر کہ حضرت علی کے ساتھ فاطمہ زہرا کی شادی اللہ کے حکم سے تھی)

۲۔ ذکر تزويج الله فاطمة علياً في الملا الأعلى بمحضر من الملائكة (اس چیز کا ذکر کہ اللہ نے ملاءِ اعلیٰ میں اور فرشتوں کی موجودگی و حاضری میں حضرت علی کے ساتھ فاطمہ زہرا کی شادی کی)۔ (۲۲)

امام نسائی کی ایک روایت کے مطابق اللہ کے رسول پہلے ہی حضرت علی سے وعدہ فرما چکے تھے کہ وہ حضرت فاطمہ کی شادی اُن سے کریں گے، چنانچہ جب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے رشتہ دیا تو آپ نے انہیں منع فرما دیا اور حضرت علی سے فرمایا:

هي لك يا عليُّ و لستُ بدجّال (۲۳)

اے علی! یہ تمہارے لئے ہیں اور میں جھوٹا نہیں ہوں۔

شادی کی توقیت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: ان میں سے چند کو امام سیوطی نے نقل کیا ہے۔ ابن مندہ کی روایت کے مطابق یہ شادی ہجرت کے ایک سال بعد ہوئی اور اس کے ایک سال بعد جناب سیدہ کی رخصتی ہوئی۔ ابن سعد کے مطابق حضور ﷺ کے مدینہ

تشریف لانے کے پانچ ماہ بعد رجب میں شادی ہوئی اور غزوۂ بدر کے بعد رخصتی ہوئی۔ امام سیوطی کے نقل کردہ ایک اور قول کے مطابق غزوۂ اُحد کے بعد آپ کا نکاح ہوا۔ (۲۴)

حضرت علی فرماتے ہیں کہ جب اشرافِ قریش نے حضرت فاطمہ سے رشتے بھیجے تو مجھ سے میری خادمہ نے کہا: آپ کیوں رشتہ نہیں دیتے۔ میں نے اُس سے کہا: میرے پاس کیا ہے کہ میں رشتہ دوں، اُس نے کہا: آپ اللہ کے رسول کے پاس جایئے تو وہ آپ ہی سے فاطمہ کی شادی کریں گے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ وہ خادمہ لگاتار اُمید دلاتی رہی حتی کہ میں ایک دن اِس غرض سے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا اور جا کر بیٹھ گیا، حضور کی بارگاہ میں ہیبت و جلال کے سبب میں عرض مدعا نہیں کر سکا، حضور نے خود مجھ سے فرمایا: فاطمہ کے لئے اپنا رشتہ لائے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں، حضور نے پوچھا: مہر کے لئے کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: کچھ نہیں ہے، تو حضور نے فرمایا: تمہاری وہ ڈھال کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟ میں نے عرض کیا: میرے پاس ہے، رسول اللہ ﷺ نے اُسی ڈھال (کی قیمت) کو مہر مقرر کر کے حضرت علی سے سیدہ کی شادی کر دی۔ (۲۵)

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ کو بلایا اور فرمایا:

قد انکحتكِ أحبَّ أهل بيتي إليَّ (۲۶)

میں نے تمہارا نکاح اُس سے کیا ہے جو مجھے اپنے خاندان میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

جب اپنے نکاح کو سن کر حضرت فاطمہ رونے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا:

مالكِ تبكين يا فاطمةُ، فو اللهِ لقد أنكحتُكِ أكثرهم علماً أفضلَهم حلماً و أوّلهم سلماً (۲۷)

کیا بات ہے کیوں رو رہی ہو فاطمہ، بخدا میں نے تمہاری شادی اس کی ہے جو سب سے زیادہ علم والا ہے، بردباری میں سب سے افضل ہے اور سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے

آپ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ تھوڑا پانی لاؤ، حضرت فاطمہ ایک برتن میں پانی لے کر حاضر ہوئیں، آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا، سیدہ فاطمہ کے سر اور بدن پر اس پانی سے چھینٹے مارے اور فرمایا:

اللهم أعيذُها بك و ذُرِيَّتَها مِن الشَّيطان الرَّجِيم

اے اللہ! میں اس کو اور اس کے بچوں کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

پھر آپ نے سیدہ کی پُشت پر بھی اپنے لعاب آمیز پانی کے چھینٹے دیئے اور مذکورہ بالا دعا پڑھی، بعد ازیں حضرت علی کے ساتھ بھی یہی عمل کیا۔ (۲۸)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلوایا اور حکم دیا کہ جاؤ ابو بکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر، عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور کچھ انصار کو بلا لاؤ، رضی اللہ عنہم۔ جب سب لوگ آ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی بن ابی طالب سے کر دوں تو تم لوگ گواہ ہو جاؤ کہ میں نے چار سو مثقال چاندی کی مہر کے بدلے فاطمہ کو علی کے نکاح میں دیا بشرطیکہ علی اس کے لئے راضی ہوں...... اسی دوران حضرت علی محفل میں داخل ہوئے جو پہلے سے وہاں موجود نہیں تھے، اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور وہی بات دہرائی جو صحابہ کرام سے کہہ چکے تھے تو حضرت علی نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول میں راضی ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جمع الله شملكما و أسعد جدّكما و بارك عليكما و أخرج منكما كثيراً طيباً (۲۹)

اللہ تعالٰی کے رسول نے اپنی چہیتی بیٹی کی شادی ایسے شخص سے کی جو اللہ و رسول سے محبت کرنے والا تھا اور جس سے اللہ و رسول بھی محبت فرماتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی شادی کا ولیمہ بھی بڑے دھوم دھام سے کیا، تمام مہاجرین و انصار کو اس میں مدعو کیا گیا۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ اس زمانے میں علی اور فاطمہ کے ولیمے سے اچھا کوئی ولیمہ

نہیں ہوا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی میں حاضر ہوا تھا، میں نے کبھی اس سے بہتر شادی نہیں دیکھی، گھر کو خوشبوؤں سے آراستہ کیا گیا تھا اور کھجور و منقیٰ سے ہماری ضیافت ہوئی تھی۔ (۳۰)

امام ابن ماجہ حضرت عائشہ اور حضرت اُمّ سلمٰی سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے فرمایا: ہم نے فاطمہ کی شادی سے اچھی شادی نہیں دیکھی۔ (۳۱)

سیدہ فاطمہ کی شادی کے وقت رسول اللہ ﷺ نے ان کو نئی زندگی شروع کرنے کے لئے کچھ گھریلو چیزیں دی تھیں جن میں پانی کی چھاگل، آٹا پیسنے کی چکی، ایک تکیہ، دو مشکیں تو شک وغیرہ تھیں۔ (۳۲)

لیکن اسے روایتی جہیز نہیں سمجھنا چاہیے، عربی میں جہیز یا جہاز تیاری کے سامان کو کہتے ہیں حتی کہ مردے کی آخری تیاری کو تجہیز کے جواز کی گنجائش نکالنے کی کوشش نہیں ہونا چاہیے، نہ جہیز کی سنیت کی بات کرنا درست ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سیدہ فاطمہ کے تمام سوانح نگاروں نے ان کی شادی کو خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔ ہم ان کی حیات کے کسی گوشے کو اتنی تفصیل سے نہیں جانتے، جتنی تفصیل سے اُن کی شادی کو جانتے ہیں۔ کُتُبِ احادیث وسیرت میں غالباً انہیں کی شادی کو ہی مستقل عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔ امام سیوطی کا رسالہ "الشغور الباسمه فی مناقب فاطمه" پانچ اوراق کا رسالہ ہے جس میں تقریباً آدھے میں حضرت فاطمہ کی شادی کا ذکر ہے۔ دراصل اس توجہ اور اہتمام کی کئی وجہیں ہیں:

۱۔ یہ شادی بحکم خداوندی ہوئی تھی۔

۲۔ حبیبِ خُدا کے دو محبوبوں کی شادی تھی اور کئی اشراف قریش کے رشتوں کو چھوڑ کر ہوئی تھی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اس جوڑے کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی نسل کو آگے بڑھا۔

حدیث شریف ہے:

إن اللـه جعل ذرّيّة كلّ نبيٍّ في صلبه و جعل ذُرّيّتي في صلب عليِّ ابن أبي طالب (۳۳)

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد کو اس کے صُلب میں بنایا لیکن میری اولاد کو علی کی صُلب میں بنایا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کے نسب کو اپنا نسب قرار دیا، امام طبرانی فرماتے ہیں:

الناس من شجر شتّٰی، و أنا و عليٌّ من شجرةٍ واحدةٍ (۳۴)

لوگوں کے مختلف نسب ہیں، لیکن میں اور علی ایک نسب سے ہیں۔

۴۔ یہ شادی ''انا اعطیناک الکوثر'' کا تفسیر و مظہر تھی کیونکہ کوثر کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد حضرت فاطمہ کے اولاد ہے، جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی اولاد کہا ہے۔

یہ تھے وہ چند اسباب جن کی وجہ سے اس شادی کو اس قدر اہمیت اور ایسا غیر معمولی اہتمام حاصل ہوا۔

کاشانۂ نبوت سے کاشانۂ ولایت میں

شادی کے بعد سیدہ فاطمہ حضرت علی کے گھر میں منتقل ہوگئیں، بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ دونوں ایک گھر میں منتقل ہو گئے، یہ گھر بھی رسول اللہ کے گھر سے ملا ہوا تھا۔ درمیان میں کھڑکیاں بھی تھیں۔ حضرت فاطمہ کی زندگی بھی حسب سابق تنگ دستی اور بے سروسامانی والی تھی، چکی چلاتے چلاتے ہاتھ پھٹ گئے تھے اور مشکیزہ اُٹھاتے اُٹھاتے کاندھوں پر نشان پڑ گئے تھے۔ یہ سیدۃ نساء العالمین تھیں جن کی رضا اللہ کی رضا اور جن کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے، جو سردارِ انبیاء کی بیٹی، سردار عرب کی بیوی اور جنتی نوجوانوں کے سردار کی ماں تھیں۔

حضرت علی اور رسول اللہ ﷺ کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے اور بھی بہت سے دروازے مسجد میں کھلتے تھے، ایک دن اللہ کے رسول نے حضرت علی کے دروازے کو چھوڑ کر مسجد میں کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ بعض لوگوں

نے چہ می گوئیاں کی تو اللہ کے رسول نے فرمایا کہ میں نے درِ علی کو چھوڑ کر جو سارے در بند کرائے ہیں تو یہ کام میں نے اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے کیا ہے۔ (۳۵)

مشہور روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام آئے ہیں جاؤ تم بھی ایک خادم مانگ لو تا کہ گھر کے کاموں میں کچھ آسانی ہو جائے، حضرت فاطمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں لیکن حیا مانع آئی اور سوال کئے بغیر واپس آ گئیں۔ تبارک اللہ! ایسے محبت کرنے والے والد سے ایسی شدید حاجت کے بارے میں حیا کرنا صرف سیدہ فاطمہ کی شان ہے۔

دوبارہ حضرت علی ساتھ گئے اور حاجت بیان کرنے میں ان کی ترجمانی کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ صفہ کی حاجت کا حوالہ دے کر خادم دینے سے انکار کر دیا۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے گھر آئے، اس وقت یہ نورانی جوڑا ایک ایسی چادر اوڑھے ہوئے تھا کہ اگر سر بند کرتا تو پیر کھل جاتے اور اگر پیر بند کرنے کی کوشش کرتا تو سر برہنہ ہو جاتا، اللہ کے رسول کو آتا دیکھ کر یہ اُٹھنے لگے تو اللہ کے رسول نے انہیں اُٹھنے سے منع کیا اور فرمایا کہ "تم لوگوں نے جو مانگا تھا اس سے بہتر چیز عطا کرنے کے لئے آیا ہوں، یہ چند کلمات ہیں جو جبریل نے مجھے بتائے ہیں ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ، دس بار الحمد للہ اور دس بار اللہ اکبر پڑھا کرو اور جب سونے کے لئے بستر میں جاؤ تو سبحان اللہ تینتیس بار، الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کرو"۔ (۳۶)

یہی تسبیح فاطمہ ہے، ایک نادر و نایاب آسمانی تحفہ جو سیدہ فاطمہ کے صدقے میں اُمت کو ملا۔

کاشانۂ ولایت میں اگرچہ روحانی مسرتوں کا سمندر موجزن تھا لیکن مادی راحتیں ہمیشہ اُن سے دور رہیں۔ حضرت علی کو نہ اُن کی طلب تھی نہ اُن کے حصول کی فرصت۔ اللہ کی عبادت، رسول کی خدمت اور دین کی نشر و اشاعت سے انہیں فرصت ہی نہیں ملتی تھی کہ وہ مال و دولت یا آرام و راحت کے بارے میں سوچنے کو وقت نکالیں۔ صرف چار چیزین ان

کی ملکیت تھیں: ایمان، علم، دل اور ذوالفقار، چنانچہ سیدہ فاطمہ کی زُہد و تقویٰ کی زندگی جاری و ساری رہی۔ وہ ظاہر شکل و صورت اور چال و ڈھال میں اللہ کے رسول کے سب سے زیادہ مشابہہ تھیں، اس کا تقاضہ تھا کہ کیفیت و حالت میں بھی یکسانیت رہے تا کہ مشابہت مکمل ہو جائے۔

ایک دن حضرت بلال صبح کی نماز میں تاخیر سے آئے، جب رسول اللہ ﷺ نے تاخیر کا سبب پوچھا تو عرض کیا کہ میں آتے وقت فاطمہ کے قریب سے گزرا تو وہ چکی پیس رہی تھیں اور ان کا بچہ رو رہا تھا، میں نے ان سے کہا کہ کوئی ایک کام مجھے دیجئے، تو یا رسول اللہ میں ان کا آٹا پیسنے لگا لہذا تاخیر ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم نے فاطمہ پر رحم کیا اللہ تم پر رحم کرے۔ (۳۷)

دنیا کی راحت سے قطع نظر سیدہ فاطمہ کو اپنے شوہر کی پوری توجہ اور محبت حاصل تھی۔ اس زمانے میں تعدّدِ ازواج عام بات تھی لیکن حضرت علی نے سیدہ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ ایک بار حضرت علی نے ارادہ کیا کہ دوسرا عقد کریں لیکن رسول اللہ ﷺ نے انہیں سختی سے اس سے منع کیا۔

رسول اللہ ﷺ حضرت علی و فاطمہ کے ساتھ بے حد خوش رہتے تھے، دونوں کو نرمی اور آپسی محبت کی تعلیم دیتے تھے اور بتقضائے بشریت اگر کبھی آپس میں کچھ شکر رنجی ہو جاتی تھی تو آپ مصالحت فرماتے تھے۔ ایک بار آپ حضرت فاطمہ کے گھر میں رنجیدہ داخل ہوئے اور شاداں و فرحاں باہر واپس ہوئے، کسی نے پوچھا تو فرمایا:

ما یمنعنی، و قد أصلحت بین اثنین أحبّ إلی

میں کیوں نہ مسرور ہوں، میں نے اپنی دو محبوب ترین ذاتوں کے درمیان صلح کرائی ہے۔

ایک بار سیدہ کسی بات سے ناراض ہو کر حضور کے پاس شکایت کرنے آئیں، حضرت علی بھی پیچھے پیچھے تشریف لائے۔ سیدہ نے رسول اللہ ﷺ سے ان کی شکایت کی،

آپ ﷺ نے سیدہ کی دلجوئی فرمائی اور انہیں صبر کی تلقین کی، پھر حضرت علی نے سیدہ سے کہا:

واللہ لا آتی شیئاً تکرھینہ

بخدا اب ایسا کچھ نہیں کروں گا جو تمہیں ناپسند ہو۔

ابن سعد نے ایسے کئی واقعات نقل کیے ہیں۔ (۳۸)

اللہ کے رسول کی عادت کریمہ تھی کہ جب کہیں سے مدینے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں داخل ہو کر نماز ادا کرتے پھر سیدہ کے گھر تشریف لاتے اور ان سے ملنے کے بعد اپنے گھر جاتے تھے۔ یہ سیدہ سے آپ کی غیر معمولی محبت کی دلیل ہے۔

غزوات میں شرکت

سیدہ فاطمہ غزوۂ اُحد میں موجود تھیں جب رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے تو آپ نے ہی ان کی تیمارداری فرمائی۔ امام بخاری حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی اپنے ترکش میں پانی بھر بھر کر لا رہے تھے اور سیدہ فاطمہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ دھلا رہی تھی اور خون صاف کر رہی تھیں لیکن خون بند ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا تو سیدہ نے ایک چٹائی کو جلا کر اس کی راکھ کو زخموں پر رکھ دیا جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔

سیدہ فاطمہ نے فتحِ مکہ میں بھی شرکت فرمائی۔ اس موقع پر آپ آٹھ سال بعد مکہ آئی تھیں۔ یادوں کا ہجوم ان کے ہم رکاب تھا۔ نبی کریم ﷺ کا مکہ میں قیام بھی سیدہ خدیجہ کے مرقد کے قریب تھا جس نے ماضی کی یادوں کی رفتار کو تیز تر کر دیا تھا۔

حتی کہ پہلی رات آپ نے ماضی کی یادوں کے ساتھ گزار دی، جب حضرت علی نماز کے لئے بیدار ہوئے تو آپ جاگ رہی تھیں۔ سیدہ نے حرم کی زیارت کی، والدہ کی قبر پر حاضر ہوئیں اور ایک روایت کے مطابق اپنے گھر بھی گئیں جو اس وقت عقیل بن ابی طالب کے تصرّف میں تھا۔ سیدہ دو ماہ تک مکہ مکرمہ میں رہیں۔ (۴۰)

اولادِ امجاد

حضرت فاطمہ کی پانچ اولاد تھیں، تین بیٹے حسن، حسین اور محسن، حضرت محسن کا انتقال بچپن میں ہو گیا تھا۔

دو بیٹیاں تھیں: زینب اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہم

امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت نصف رمضان ۳ھ کو ہوئی، امام حسین کی پیدائش ۵ شعبان ۴ھ کو ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کا نام رکھا اور عقیقہ کرایا۔ (۴۲)

حضرت علی امام حسن کا نام حمزہ اور امام حسین کا نام جعفر رکھنا چاہتے تھے اور روایت کے مطابق آپ ان کا نام حرب رکھنا چاہتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام شبر اور شبیر رکھا جن کا عربی ترجمہ حسن اور حسین ہے، شبر اور شبیر عبرانی لفظ ہیں اور یہ حضرت ہارون علیہ السلام کے دو بیٹوں کے نام تھے۔ (۴۳)

حضرت علی کے بچوں کو ہارون علیہ السلام کے بچوں کے ناموں سے موسوم کرنے میں حکمت یہ ہے کہ حضرت علی کو بارگاہِ محمدیہ میں وہی مقام حاصل تھا جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کی بارگاہ میں تھا۔ یہ مفہوم ایک بے حد معروف و مشہور حدیث میں وارد ہوا ہے جسے امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے سعد ابن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت علی سے فرمایا:

أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسىٰ (۴۴)

ان دونوں کے فضائل بے شمار ہیں، دونوں شہزادگان اپنے والدین کریمین اور جد کریم رؤف رحیم ﷺ کے ساتھ اہلِ کساء میں شامل ہیں اور بموجب فرمان نبوی اہلِ بیت کا مصداق ہیں۔

سیدہ زینب کی پیدائش ہجرت کے پانچویں سال ہوئی۔ عقیلہ بنی ہاشم اور مجاہدۂ کربلا سیدہ زینب کی شادی عبد اللہ سے جعفر سے ہوئی اور دولابی کے مطابق ان کے دو صاحبزادے علی اور عون رضی اللہ عنہما مشہور روایت میں ان کے ایک صاحبزادے کا نام

عون اور دوسرے کا نام محمد تھا۔ (۴۵)

سیدہ زینب کی پیدائش کے دو سال بعد حضرت اُمّ کلثوم کی پیدائش ہوئی، ان کی شادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوئی، ان سے ایک صاحبزادے بھی ہوئے، لیکن بچپن میں ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت زینب اور اُمّ کلثوم کا نام بھی رسول اللہ ﷺ کا رکھا ہوا ہے اور ان کا نام آپ ﷺ اپنی بیٹیوں کے نام پر رکھا۔

قربتوں کی انتہا

صفر ۱۱ھ کے اواخر میں رسول اللہ ﷺ کی طبیعت ناساز ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو بلوایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا پہنچیں تو اللہ کے رسول نے ان سے کچھ سرگوشی کی جسے وہ سن کر رونے لگیں، پھر کچھ اور سرگوشی فرمائی جسے سن کر سیدہ ہنسنے لگیں۔ عجیب بات تھی، حضرت عائشہ کو بھی دیکھ کر تعجب ہوا۔ آپ نے ان سے پوچھا تو سیدہ فاطمہ نے کہا کہ یہ رسول اللہ کا ایک راز ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عائشہ نے اپنے حقوق کا حوالہ دے کر پھر سوال کیا تو سیدہ فاطمہ نے کہا: میں اب آپ کو ضرور بتاؤں گی۔ جب پہلی بار سرگوشی کی تھی تو فرمایا تھا کہ میرے خیال میں میرا وقت قریب آ گیا ہے۔ بخاری کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول نے فرمایا: کہ اس سال خلافِ معتاد مجھے جبریل علیہ السلام نے دو بار قرآن سنایا ہے، لگتا ہے کہ میرا وقت قریب ہے اور میں یہ سُن کر رونے لگی تھی، پھر دوسری بار کی سرگوشی میں فرمایا کہ میرے گھر والوں میں سب سے پہلے تم مجھ سے آ کر ملو گی۔ یہ سُن کر میں خوش ہوگئی اور ہنسنے لگی۔ (۴۶)

شاید محبت کا اس سے معرکۃ الاراء کوئی بیان نہیں ہوسکتا ہے اور شاید قربتوں کی اس سے زیادہ بلیغ اور کوئی تعبیر نہیں ہوسکتی ہے۔ صلی اللہ علی اَبیہا وعلیہا وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت جاری رہی سارے لوگ شفایابی کی اُمید رکھے ہوئے تھے، ابتداء میں بیماری بھی کچھ بڑی نہ تھی لیکن سیدہ فاطمہ بے حد بے چین و بے قرار تھیں کیونکہ جو وہ جانتی تھیں وہ کوئی نہیں جانتا تھا، وہ اپنے والد کی محرم راز تھیں، وہ اُمِّ ابیہا تھیں۔

جتنے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیل رہے سیدہ فاطمہ ان کے بستر سے لگی رہیں اور انہوں نے خود کو حضور کی خدمت و تیمارداری کے لئے وقف کر دیا تھا، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید تکلیف تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بابا جان آپ کی تکلیف سے آپ کی یہ بیٹی بھی تکلیف میں ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانِ پدر! آج کے بعد تمہارے بابا کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اور دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

اس حادثہ پر حضرت فاطمہ کے غموں کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہے، اسی طرح جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبتوں کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ کسی شئی کا بیان اس کی معرفت کی فرع ہے اور جس چیز کی معرفت نہیں تو اس کا بیان بھی ممکن نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد آپ قبر انور کے پاس تشریف لائیں، اس سے ایک مشت خاک لے کر آنکھوں سے لگایا اور اسے سونگھتے ہوئے دو شعر کہے جو رثائی ادب کا شاہکار ہیں:

مَاذا عَلَى مَن شمَّ تُربةَ أحمد ألا يشمّ مدى الزّمانِ غواليا

صبّتُ عَلَيَّ مصائبٌ لو أنها صبّتْ على الأيام صِرنَ لَيَالِيَا

جس نے تربیت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک سونگھی ہے اسے زندگی بھر کوئی خوشبو سونگھنے کو نہ لے تو کیا فرق نہیں پڑتا ہے۔ مجھ پر تو ایسی مصیبتیں ٹوٹی ہیں کہ اگر یہ مصیبتیں روز روشن پر پڑتیں تو وہ سیاہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

وہاں ٹھہر کر سیدہ خود بھی روئیں اور دوسروں کو بھی رلایا۔ لوگ تعزیت کرتے ہوئے گھر تک ساتھ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس نے گھر پہنچ کر صبر کرنے

کی درخواست کی تو سیدہ نے پرعتاب لہجے میں کہا:

تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ تم اللہ کے رسول کے جسد مبارک کو زمین کے حوالے کردو۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کسی نے حضرت فاطمہ کو مسکراتے یا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، زندگی کے بقیہ ایام انہوں نے پوری طرح گوشہ نشینی میں گزار دیئے۔

قضیۂ فدک

یہ ایک بے حد مختلف فیہ موضوع ہے اور اسے لے کر کتب تاریخ و سیر میں اس قدر مختلف النوع، متضاد اور باہم متصادم روایتیں ہیں کہ حقیقت تک پہنچنا بے حد دشوار ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ نے ابو بکر صدیق رضی للہ عنہ سے ان کی خلافت کے بعد رسول اللہ ﷺ کی میراث کا مطالبہ کیا جس میں باغ فدک اور خیبر کا خمس وغیرہ شامل تھا لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''ہم وارث نہیں بناتے، ہم جو بھی چھوڑیں وہ صدقہ ہے اور اہلِ بیت اُس مال سے کھائیں گے''۔

اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا تھا کہ

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے رسول اللہ کے رشتہ دار اپنے رشتہ داروں سے زیادہ عزیز ہیں۔

بعض غلط فہمی اور فقہی نقطۂ نظر کے اختلاف کے سبب حضرت فاطمہ ابتداء میں ناراض رہیں لیکن بعد میں ان کی ناراضگی دور ہوگئی۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت ابو بکر سیدہ فاطمہ کے مرض الموت میں ان سے ملنے آئے اور اجازت مانگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر ملاقات کے خواستگار ہیں۔ سیدہ نے پوچھا: کیا آپ کو پسند ہے؟ حضرت علی نے کہا: ہاں۔ یہ سُن کر سیدہ نے انہیں ملنے کی اجازت دے دی، حضرت ابو بکر تشریف لائے اور دیر تک غلط فہمیاں [illegible] کے لئے

معذرت خواہ رہے، یہاں تک کہ سیدہ ان سے راضی ہو گئیں۔ دونوں کا اختلاف آخر کار دُور ہو گیا کیونکہ یہ اختلاف علمی اور فقہی نوعیت کا تھا نفسانیت کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔

سیدہ فاطمہ اس بات سے بلند تر تھیں کہ وہ کسی ایسی چیز کا مطالبہ کرتیں جو ان کا حق نہیں تھا۔ اور حضرت ابو بکر بھی اس بات سے بلند تر تھے کہ وہ کسی کی حق تلفی کرتے۔

وفات

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی تاریخ میں بھی کئی اقوال ہیں، ان مختلف اقوال کے بموجب آپ کا وصال رسول اللہ ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد یا آٹھ ماہ بعد یا سو دن بعد یا ستر دن بعد ہوا۔ (۴۷)

''استیعاب'' اور ''طبقات ابن سعد'' کی ایک روایت کے مطابق سیدہ زہرا رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد تقریباً اٹھارہ ماہ بقید حیات رہیں۔ (۴۸)

مشہور روایت کے مطابق آپ کا انتقال رمضان ۱۱ ہجری میں ہوا۔

ابن سعد نے دوشنبہ دو رمضان یوم وصال لکھا ہے۔ (۴۹)

اور محب طبری نے سہ شنبہ کی شب ۳ رمضان کو تاریخ وصال قرار دیا ہے۔ (۵۰)

وصال کے وقت مختلف روایات کے مطابق آپ کی عمر شریف اٹھائیس، انتیس، تیس یا پینتیس سال تھی۔ مؤخر الذکر روایت کلبی کی ہے اور ناقابل یقین ہے، اس حوالے سے شرح مواہب لدنیہ میں ایک بے حد دلچسپ واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما، ہشام بن عبدالملک کے پاس آئے وہاں مشہور راوی کلبی موجود تھے۔ ہشام نے حضرت عبداللہ سے وصال کے وقت حضرت فاطمہ کی عمر کے بارے میں استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: تیس سال، اس پر کلبی نے کہا کہ پینتیس سال، ہشام نے حضرت عبداللہ سے کہا: دیکھو کلبی کیا کہہ رہے ہیں؟ تو اس پر حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ اے خلیفہ! مجھ سے میری ماں کے بارے میں پوچھئے اور کلبی سے ان کی ماں کے بارے میں سوال کیجئے (تو زیادہ بہتر ہے)۔ (۵۱)

اگران تمام روایات کواور جناب سیدہ کی پیدائش سے متعلق جملہ روایات کو پیش نظر رکھا جائے تو راجح یہ ہے کہ وصال کے وقت آپ کی عمر شریف انتیس سال تھی۔

سیدہ فاطمہ کی عفت وحیا کا یہ عالم تھا کہ انہیں مرض الموت میں یہ غم کھائے جارہا تھا کہ ان کا جنازہ کیسے اٹھے گا، کیونکہ انہیں یہ پسند نہیں تھا کہ عام رواج کے مطابق ان کی لاش پر بھی ایک چادر ڈال دی جائے گی جس سے اعضائے بدن کی کامل پوشیدگی نہ ہو پائے گی، یہی بات انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس سے کہی تو انہوں نے کہا کہ اے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی، میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ لوگ جنازہ اٹھانے کے لئے ایک تختے پر کمان کی صورت میں کئی لکڑیاں لگا دیتے ہیں اور اس پر کپڑا ڈال دیتے ہیں اور اس کے اندر جنازے کو لے کر قبرستان جاتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے سیدہ کو ایک نمونہ بنا کر بھی دیکھا جسے دیکھ کر سیدہ بے حد خوش ہوئیں اور فرمایا کہ اس میں تو یہ بھی نہیں پتہ چلتا کہ مرد کا ہے یا عورت کا، میرے لئے ایسا ہی انتظام کرنا اور صرف تم اور علی مل کر مجھے غسل دینا اور کوئی بدن نہ دیکھنے پائے۔ (۵۲) چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق رات میں ان کی تدفین کی گئی۔

اسلام میں سب سے پہلے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے اس طرح (نعش) کا انتظام کیا گیا، مکان تدفین کے سلسلے میں صحیح روایت یہ ہے کہ جنت البقیع میں سیدنا عباس کے بغل میں آپ کا مدفن ہے۔ محبّ طبری اپنی کتاب ''ذخائر العقبیٰ'' میں لکھتے ہیں کہ عارف باللہ سیدی ابوالعباس مرسی (متوفی ۶۸۶ھ) جب بھی بقیع کی زیارت کرتے تھے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبے کے سامنے کھڑے ہو کر سیدہ فاطمہ کو سلام پیش کرتے:

وقف أمام قبلة قبة العباس و سلّم على فاطمة رضى الله عنها

اور چونکہ شیخ ایک صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے لہٰذا میں بھی حضرت فاطمہ کی قبر وہیں سمجھتا ہوں۔ (۵۳)

حواشی

۱۔ ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ، محب الدین طبری، بار اول، دمشق ۱۴۱۵ھ، ص ۶۴

۲۔ کنز العمال، علی متقی برہان پوری، بیروت، دار الکتب، غیر مورخ، ۲۱۹/۶

۳۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۶۴

۴۔ سیرۃ النبی، ابن ہشام، بار اول، طنطا (مصر) ۱۹۹۵ء، ۳۹/۱، ذکر نسب النبی

۵۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، فضل نسب النبی، حدیث رقم: ۲۲۷۶

۶۔ مارجلیوتھ، عربی شاعری کے اصول، کولکاتا، جرنل آف رائل ایسیاٹک سوسائٹی ۱۹۲۵ء

۷۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۴۲

۸۔ الثغور الباسمہ فی مناقب السیدۃ فاطمۃ، جلال الدین سیوطی، الطبعۃ الأولیٰ ۲۰۱۱ء، دائرہ شئون اسلامیہ، دبئی، ص ۴۷

۹۔ الذریۃ الطاہرۃ النبویۃ، محمد بن احمد دولابی، بار اول، کویت ۱۹۹۶ء، الدار السلفیہ، ص ۱۱۱

۱۰۔ حیاۃ فاطمۃ علیہا السلام، محمود شلبی، بیروت، دار الجبل، ص ۵۸

۱۱۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمۃ بنت محمد ﷺ، حدیث رقم: ۳۸۷۲۔ و ابو داود، کتاب الادب، باب ما جاء فی القیام، حدیث رقم: ۵۲۱۷۔ سنن النسائی، کتاب فضائل الصحابۃ، حدیث رقم: ۲۶۴

۱۲۔ متفق علیہ، نقلاً عن حیاۃ فاطمۃ، محمود شلبی، ص ۹۵

۱۳۔ حیاۃ فاطمۃ، محمود شلبی، ص ۱۵۹

۱۴۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب تزویج النبی خدیجۃ وفضلہا، حدیث رقم: ۳۶۰۵، وصحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل خدیجۃ، حدیث رقم: ۲۴۳۵

۱۵۔ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب تزویج النبی خدیجۃ وفضلہا، حدیث رقم: ۳۶۰۸، وصحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل خدیجۃ ام المؤمنین، حدیث رقم: ۲۴۳۳

۱۶۔ تفصیل کے لئے دیکھیے، کتاب: إنہا فاطمۃ الزہراء، محمد عبدہ یمانی، بار اول، قاہرہ ۱۹۸۷ء، دار ریان للتراث، و کتاب تراجم سیدات بیت النبوۃ، عائشہ عبد الرحمٰن بن الشاطی، بار اول، دمشق ۱۹۹۶ء، المنار للنشر

۱۷۔ سیرۃ النبی، ابن ہشام، ۳۱/۶

۱۸۔ سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل فاطمۃ بنت محمد، حدیث رقم: ۳۸۷۶

۱۹۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۶۵

۲۰۔ فاطمۃ الزہراء والفاطمیون، عباس محمود عقاد، قاہرہ، غیر مورخ، نہضہ مصر للطباعۃ والنشر والتوزیع ص ۲۲

۲۱۔ الذریۃ الطاہرۃ النبویۃ، ص ۶۴

۲۲۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۶۹

۲۳۔ حیاۃ فاطمۃ، محمود شلبی، ص ۱۳۱

۲۴۔ الثغور الباسمۃ، ص ۶۰

۲۵۔ الذریۃ الطاہرۃ، ص ۶۴

۲۷۔ نفس المصدر، ص ۶۳
۲۸۔ ذخائر العقبی، ص ۶۷
۲۹۔ نفس المصدر، ص ۷۰
۳۰۔ حیاۃ فاطمۃ، ص ۱۲۶
۳۱۔ نفس المصدر، ص ۱۳۴، نقلاعن ابی ماجہ
۳۲۔ نفس المصدر، ص ۱۳۲، نقلاعن امام احمد ونسائی
۳۳۔ ذخائر العقبی، ص ۱۲۵
۳۴۔ مجمع الزوائد، ابن حجر ہیثمی، بیروت ۱۹۸۷ء، دار الکتاب العربی، ۹/۱۰۰
۳۵۔ خصائص امیر المؤمنین علی امام نسائی، بار اول، بیروت، ص ۲۰۰، دار ابن حزم
۳۶۔ صحیح البخاری، کتاب الدعوات، حدیث رقم: ۵۹۵۹، واعلام النساء، عمر رضا کحالہ، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ ۶/۱۱۱
۳۷۔ حیاۃ فاطمہ، ص ۱۶۴
۳۸۔ تراجم سیدات بیت النبوۃ، ص ۶۰۴
۳۹۔ حیاۃ فاطمۃ، ص ۱۶۲، نقلاعن صحیح البخاری
۴۰۔ تراجم سیدات بیت النبوۃ، ص ۶۲۸
۴۱۔ ذخائر العقبی، ص ۲۰۵، اکثر مؤرخین نے یہی تاریخ لکھی ہے صرف دولابی نے لکھا ہے کہ ان کی پیدائش ہجرت کے تقریباً ساڑھے چار سال بعد ہوئی، دیکھیے: الذریۃ الطاہرۃ، ص ۴۸
۴۲۔ ذخائر العقبی، ص ۲۰۵، یہی مشہور روایت لیکن دولابی نے لکھا ہے کہ امام حسین کی پیدائش امام حسن کی پیدائش کے ایک سال دس ماہ بعد ہوئی، دیکھیے الذریۃ الطاہرۃ، ص ۶۸
۴۳۔ الذریۃ الطاہرہ، ص ۶۷، ۶۸
۴۴۔ خصائص امیر المؤمنین علی، ص ۳۹
۴۵۔ الذریۃ الطاہرۃ، ص ۶۲
۴۶۔ الثغور الباسمہ، ص ۶۹ نقلاعن صحیح البخاری
۴۷۔ ذخائر العقبی، ص ۱۰۱
۴۸۔ دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور، دانشگاہ پنجاب، ۱۵/۴۲
۴۹۔ تراجم سیدات بیت النبوۃ، ص ۶۳۴
۵۰۔ ذخائر العقبی، ص ۱۰۱
۵۱۔ الفاطمۃ والفاطیون، ص ۱۸
۵۲۔ ذخائر العقبی، ص ۱۰۲
۵۳۔ نفس المصدر، ص ۱۰۴، اس بیان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ محب الدین طبری کے عہد (۶۱۵۔۶۹۶ھ) میں حضرت عباس اور سیدہ فاطمہ کی قبر پر قبہ تعمیر تھا۔

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارس حفظ و ناظرہ

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت صبح و رات کو حفظ و ناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ و ناظرہ کی مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

درس نظامی

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت صبح اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درس نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالافتاء

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت مسلمانوں کے روزمرّہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلہ اشاعت

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے۔ جس کے تحت ہر ماہ مقتدر علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہے۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

ہفتہ واری اجتماع

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے زیر اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو رات بعد نماز عشاء فوراً ایک اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ جس میں مختلف علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔

کتب و کیسٹ لائبریری

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان

کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء اہلسنّت کی کتابیں مطالعہ کے لئے اور کیسٹیں سماعت کے لئے مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات رابطہ فرمائیں۔

روحانی پروگرام

تسکینِ روح اور تقویت ایمان کے لئے شرکت کریں

ہر شبِ جمعہ نمازِ تہجد اور ہر اتوار عصر تا مغرب ختم قادریہ اور خصوصی دعا